پروفیسر محمد اسلم

خواجہ محمد ہاشم کشمیؒ

خواجہ محمد ہاشم کشمی ولایت بدخشاں کے رہنے والے تھے لیکن آپ کا نصیب فارغ آپ کو ہندوستان لے آیا۔ ان دنوں آپ کے ہم وطن اور حضرت مجدد الف ثانی کے خلیفۂ اول میر محمد نعمان کشمی برہانپور میں مقیم تھے۔ اس لیے آپ قدیمی تعلقات کی بنا پر سیدھے ان کی خدمت میں جا حاضر ہوئے۔ آپ نے سلوک کی ابتدائی منازل میر موصوف کی نگرانی میں طے کیں اور پھر انہی کے مشورہ سے ۱۶۲۱ء میں سرہند جاکر حضرت مجدد الف ثانی کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے اور دو سال تک سفر و حضر میں ان کے ساتھ رہے۔ آخری ایام زندگی میں جب حضرت مجدد صاحب نے عزلت اختیار کی تو صاحبزادوں کے علاوہ جن خاص خاص مریدوں کو ان کے حضور میں باریابی کی اجازت تھی ان میں خواجہ محمد ہاشم کا نام بھی آتا ہے۔ جس تن دہی اور خلوص سے آپ نے اپنے مرشد کی خدمت کی اس کا ثبوت حضرت مجدد الف ثانی اور ان کے صاحبزادوں کی تحریروں میں عام ملتا ہے۔ اسی خلوص نیت کی بنا پر حضرت مجدد الف ثانی نے اپنی وفات سے سات ماہ قبل آپ کو خلافت دے کر برہانپور روانہ کیا۔ آپ نے وہاں پہنچتے ہی بحکم مرشد رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری کیا اور جلد ہی خاص و عام میں مقبول ہوئے۔ تاحال آپ کا مزار پُرانوار مرجع خلائق بنا ہوا ہے۔

مؤلف کی علمیت

خواجہ محمد ہاشم نے شعر و سخن کا بڑا عمدہ ذوق پایا تھا۔ آپ کے دیوان کے قلمی نسخے لندن، ایڈنبرا، کلکتہ، حیدرآباد اور علی گڑھ کے کتب خانوں میں موجود ہیں۔ علاوہ ازیں آپ نے زبدۃ المقامات میں جابجا اپنے اشعار اور رباعیات نقل کی ہیں اور ان سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ کو غزل، مثنوی اور رباعی کہنے پر یکساں قدرت حاصل تھی۔ آپ کے اسی ذوق کے پیش نظر آپ کے مرشد نامدار حضرت مجدد الف ثانی نے اپنے مکتوبات کی تیسری جلد کی ترتیب آپ کے ذمہ سونپی تھی۔ آپ کی علمیت کا اس سے بڑا ثبوت اور کیا ہوگا کہ حضرت مجدد صاحب کی حیات ہی میں ان کے صاحبزادوں نے ان کی سوانح حیات اور ان کے کلمات شریفہ

اور القاب لطیفہ قلمبند کرنے کے لیے آپ کا انتخاب کیا اور جس محنت و کاوش سے آپ نے یہ خدمت انجام دی اس کا منہ بولتا ثبوت خود زبدۃ المقامات ہے۔

زبدۃ المقامات

کتاب کا اصل نام ـــ برکات الاحمدیہ الباقیہ ـــ ہے لیکن یہ اپنے تاریخی نام زبدۃ المقامات (۱۰۳۷) سے مشہور ہے۔ تاہم اس سنہ کے بعد بھی اس میں ترمیم و اضافہ ہوتا رہا۔ ایک جگہ آپ نے خواجہ حسام الدین کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے: "اب ۱۰۴۰ ہجری ہے۔ آپ کی عمر شریف ساٹھ سال کو پہنچی ہے۔" اس کتاب کی علمی قدر و قیمت یہ ہے کہ اس میں آپ نے حضرت امام ربانیؒ کے وہ فوائد جو مکتوبات میں نہیں آسکے ان کے صاحبزادوں کی فرمائش پر قلم بند کر دیے ہیں۔ اس لحاظ سے اسے ایک طرح سے مکتوبات کا تکملہ ہی سمجھنا چاہیے۔ اس کتاب کے حصہ اول میں آپ نے حضرت خواجہ باقی باللہؒ کے سوانح حیات، ملفوظات اور مکتوبات کے اقتباسات بھی تحریر فرمائے ہیں اس لیے اسے خواجہ باقی باللہ کی پہلی سوانح عمری بھی سمجھنا چاہیے۔ چونکہ خواجہ بزرگ کا انتقال آپ کے ورود ہندوستان سے کئی سال پیشتر ہو چکا تھا اس لیے آپ نے ان کے متعلق معلومات ان کے خلفا اور متوسلین سے فراہم کی تھیں۔ خواجہ بزرگ کے حالات جس شرح و بسط کے ساتھ اس کتاب میں ملتے ہیں ویسے کسی اور تذکرہ میں نہیں ملتے۔ اس طرح اس کتاب کی علمی قدر و قیمت بہت بڑھ جاتی ہے۔ علاوہ ازیں خواجہ محمد ہاشم کے بعد آنے والے جتنے بھی تذکرہ نویسوں نے خواجہ بزرگ کے حالات تحریر فرمائے ہیں ان سب کا ماخذ زبدۃ المقامات ہے:

یک چراغست درین خانہ کہ از پرتو آں ہر کجا می نگرم انجمنے ساختہ اند

خواجہ باقی باللہ کے دونوں صاحبزادوں کے حالات جس تفصیل کے ساتھ زبدۃ المقامات میں ملتے ہیں ویسے کسی دوسری کتاب میں میری نظر سے نہیں گزرے۔ خواجہ محمد ہاشم کے پاس خواجہ کلاں عبید اللہ کے مکتوبات کافی تعداد میں موجود تھے اور آپ کے خیال کے مطابق یہ بڑے "فصیح و بلیغ" تھے۔ خواجہ خرد عبید اللہ کے متعلق بھی بہت سی اہم معلومات اسی کتاب میں ملتی ہیں۔

فوائد علمی

زبدۃ المقامات کے مطالعہ سے معلوم ہوا ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی کی ایک نامکمل "شرح معارف المعارف" خواجہ ہاشم کی نظر سے گذری تھی، علاوہ ازیں آپ ان کی ایک "بیاض خاص" سے بھی

متعارف تھے۔

صاحب زبدۃ المقامات نے خواجہ محمد سعید کی "تعلیقات مشکوٰۃ المصابیح" کی بھی نشاندہی کی ہے۔ اس کتاب میں آپ نے ان احادیث پر تحقیق کی تھی جو ائمہ حنفیہ کا مآخذ ہیں۔

خواجہ ہاشم نے ایک موقع پر "چراغ ہفت محفل خواجہ معصوم" کی ایک ـــ بیاض ـــ کا بھی ذکر فرمایا ہے جس سے آپ نے زبدۃ المقامات کی تالیف کے دوران استفادہ کیا تھا، آپ کے بیان کے مطابق اس بیاض میں انھوں نے حضرت امام ربانی کے وہ اسرار و معارف قلم بند کر لیے تھے جو خلوتوں میں ان کی زبانِ گوہر افشاں سے سنے تھے۔ اب یہ بیاض ضائع ہو چکی ہے اگر کہیں موجود ہوتی تو عارضِ حور سے زیادہ دلکش ہوتی اور اصحابِ معرفت اور اربابِ دانش اسے حرزِ جاں بنا کر رکھتے۔

زبدۃ المقامات کی ورق گردانی سے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ شیخ تاج الدین سنبھلی کے ایک خلیفہ محمد علان نے جو حرم مکہ میں قیام پذیر تھے، رشحات عین الحیات کا عربی میں ترجمہ کیا تھا اور اس کتاب کے مطالعہ کے بعد عراق و عرب میں بے شمار لوگ نقشبندیہ سلسلہ میں داخل ہوئے۔

خواجہ ہاشم کے پاس خواجہ حسام الدین کے مکتوبات کا بھی ایک اچھا خاصہ مجموعہ موجود تھا۔ علاوہ ازیں آپ نے خواجہ باقی باللہ کے بڑے صاحبزادے خواجہ عبید اللہ کے مکتوبات بھی محفوظ کر لیے تھے۔ آپ نے اپنے ہم وطن اور پیر بھائی خواجہ محمد صدیق کشمیؒ کے متعلق بھی تحریر فرمایا ہے کہ انھوں نے مولانا رومیؒ کی مثنوی کی طرز پر ایک مثنوی حقائق صوفیہ کے موضوع پر لکھی تھی۔ اس کے علاوہ انھوں نے "خسرو شیریں" کی طرز پر بھی ایک نظم اپنی یادگار چھوڑی تھی۔ مصنف چونکہ خود اہل علم تھے اس لیے دوسروں کے علمی آثار کا خصوصیت کے ساتھ ذکر کرتے ہیں۔ اس طرح آپ بہت سی ایسی کتابوں کا ذکر فرما گئے ہیں جو اب نا پید ہیں۔

زبدۃ المقامات کے متعلق ڈاکٹر شیخ محمد اکرام صاحب ارمغان پاک میں تحریر فرماتے ہیں کہ یہ کتاب باسلیقہ فن سوانح نگاری کا ایک قابل قدر نمونہ ہے، اور اس کتاب کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ ایک روحانی بزرگ کے حالات ہونے کے باوجود یہ خرق عادت واقعات سے قریب قریب خالی ہے۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ

عوام میں یہ بات مشہور ہو چکی ہے کہ آخری عمر میں حضرت خواجہ باقی باللہؒ خود کو حضرت مجدد

الف ثانی کا طفیلی سمجھنے لگے تھے۔ نقش بندی حلقوں میں اس بات کا اس زور و شور سے پروپاگنڈا کیا گیا ہے کہ اب یہ بات خواص کے ذہنوں میں بھی بیٹھ چکی ہے۔ زبدۃ المقامات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ "افواہ" اس زمانے میں بھی عوام میں پھیل چکی تھی۔ ہمارے خیال میں یہ غلط فہمی اس وجہ سے پھیلی کہ جب حضرت مجدد الف ثانی انتہائے کمال کو پہنچے تو خواجہ بزرگ ان کا احترام کرنے لگے تھے اور یہ ایک فطری امر تھا۔ ہم نے خود اپنے زمانے میں دیکھا ہے کہ جب کسی شاگرد میں خاص قابلیت کا ملکہ پیدا ہو جاتا ہے تو اساتذہ بھی اس کا دل و جان سے خاص خیال رکھنے لگتے ہیں۔ بالکل اسی طرح خواجۂ بزرگ اپنے مرید خاص کی قابلیت، استعداد اور ترقی مقامات سلوک دیکھ کر ان کا خاص خیال رکھنے لگے تھے۔ خواجہ ہاشم رقم طراز ہیں کہ بارہا خواجہ بزرگ، حضرت مجدد الف ثانی کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کرتے تھے کہ آپ جیسے لوگ ہماری صحبت سے نکلے ہیں۔ ایک دوسرے مقام پر آپ رقم طراز ہیں کہ حضرت مجدد الف ثانی خواجۂ بزرگ کے یمن و برکت سے درجۂ کمال کو پہنچے ہیں۔ ان روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی کے صاحبزادوں اور خلفا کا ایسا نظریہ نہ تھا کہ خواجہ بزرگ آپ کے طفیلی تھے۔ صرف چند کوتاہ بینوں کو خواجہ کے مزاج میں تواضع اور انکسار دیکھ کر یہ غلط فہمی ہو گئی تھی۔

دیوان

آپ کے دیوان کے متعدد نسخے مختلف کتب خانوں میں موجود ہیں۔ انڈیا آفس لائبریری لندن کے نسخہ کی مائیکرو فلم میرے پاس موجود ہے اور مولانا آزاد لائبریری علی گڑھ کے مجموعہ ابو محمد کا نسخہ میں نے بغور پڑھا ہے اور اس میں سے کافی کچھ نقل بھی کیا ہے۔ علی گڑھ کا نسخہ شاہجہان کے آخری ایام حکومت میں سنہ ۱۰۶۶ھ میں ورطۂ تحریر میں آیا تھا۔ اس نسخہ کے ۱۸۵ اوراق ہیں اور ہر صفحہ میں ۱۷ سطریں ہیں۔ دیوان کی ابتدا ان اشعار سے ہوتی ہے:

اگر بری ز قدس سرو باغ راستاں آمد   ستون بارگاہ بادشاہ لامکاں آمد

الف بود و سر آغاز حروف ابجد ہستی   نشان وحدت پروردگاری نشان آمد

اس کے بعد حمد ہے اور اس کے بعد چند نعتیں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں لکھی ہیں اور ان کے ابتدائیہ اشعار یوں ہیں:

دلہا چہ بود خانۂ سودائی محمدؐ   جانہا صدف گوہر یکتائی محمدؐ

سلسلۂ اہل جنون موی محمدؐ — محراب عبادت خم ابروی محمدؐ
وحدت چہ بود غنچۂ خندانِ محمدؐ — کثرت چہ بود زلف پریشانِ محمدؐ
یوسف چہ بود زال خریدارِ محمدؐ — عیسیٰ کہ بود عاشقِ بیمارِ محمدؐ
اشیا نقطی چند ز اقلامِ محمدؐ — این نامۂ نو یافتہ از نامِ محمدؐ
اخلاقِ رسل حیا کہ آئینِ محمدؐ — دینہا ہمہ نظارگیٔ دینِ محمدؐ

اس کے بعد ایک چالیس ابیات کی مثنوی ہے جس کا مطلع ہے:

چون جمالِ خواجہ بود اول بہار — از گلستانِ ظہور کرد گذار

اس کے بعد ۹۹ رباعیات ہیں جن میں آپ نے احادیث منظوم کی ہیں۔ اس کے بعد ۱۴ غزلیات ہیں جن کے بعد ساقی نامہ مسمّی بسبعہ سیارہ مرغان آتشخور ہے، جہاں ساقی نامہ ختم ہوتا ہے وہاں خواجہ بہاؤالدین نقشبند کی منقبت ہے جس میں ۱۲ ابیات ہیں۔ اس کا مطلع ہے:

بستہ از قدرتِ نقاشِ ازل نقشِ دگر — کلک رنگین زبان بر ورقِ لختِ جگر

اس کے بعد قصیدہ در مدح حضرت شیخ احمد فاروقی ہے جس میں ۴۲۷ ابیات ہیں۔ قصیدہ کا مطلع ہے:

سحر خفتہ بودم در آغوشِ خویش — بر سم دل و خواب خرگوشِ خویش

اس کے بعد ایک طویل نظم ہے اور پھر حضرت مجدد الف ثانی کی منقبت میں ۶۰ اشعار تحریر کیے ہیں۔ منقبت کے بعد میر محمد نعمان کی خدمت میں ۱۳ ابیات کا ایک منظوم خط لکھا ہے جس میں تاخیر جواب پر معذرت چاہی ہے۔ اس کے بعد ۱۴۷ اشعار میں ایک درویش کا قصہ قلم بند کیا ہے، اور اس کے بعد غزلیات کا حصہ شروع ہوتا ہے جس میں ۲۵۰ غزلیات ہیں، پہلی غزل ہدیۂ قارئین ہے:

بسمل دلہا بود بسم اللہ عنوانِ ما — مایۂ دیوانگی موی سر دیوانِ ما
ہر الف لفی و ہر بی بی ہر اماں از نہ — شیخ ہمچو طفلِ حیراں در دبیرستانِ ما
ہست ہر سطری ز ما ابروی معشوق سخن — گوشۂ ابرو اشارتہای بی پایانِ ما
زاں درین ابرو کجی نبود گر ہست ایما گہ نیست — خود کجی در طبع و در گفتار و در پیمانِ ما
بسکہ در ہر لفظ ما صد معنی آواز کیست — نقطۂ ما ہمچو پرکار است سرگردانِ ما

حرفہا سیخ کباب و نقطہا جام شراب | ہوش گیرد گوش چوں حرفی رود ز خوانِ ما
ہر کہ دید آں خندۂ پنہاں نمکہای دگر | باید از زار نہفت و قصۂ پنہانِ ما
از ملاحت حرفِ ما بشکست بازار نمک | کس نگیرد در قیامت جز نمکدانِ ما

زخمِ کلکِ ماست ہاشم سیل دو دلہا پرکاہ
کافر از مومن نداند موجۂ طوفانِ ما

ایک دوسری غزل ملاحظہ فرمایئے:

شب تب کاہش بسوخت برگ نوا را | میلی خود کردہ ایم دست دعا را
راز نہانی بلب رساند دل امروز | خوی کبوتر کہ داد بلبل ما را
خلق بمحراب ابروی او بسجودند | شیشۂ دل بشکند قبلہ نما را
بس رخ خواب آب دیدہ فشانی | گوشش کنی گر شبی فسانہ ما را
بود صبای میان ما و تو جبریل | حیرت این راز لبت پای صبا را

ہر چہ رسد ہاشم از جہانت مزن دم
راہ دریں شہر نیست چون و چرا را

ایضاً

خیز تا جاں[1] برہگذار کنیم | خویش را چشم انتظار کنیم
تا بدامانِ آں سوار رسیم | ہستیِ خویش را غبار کنیم
از تمنای گرد راہ کسی | اشک را دُرِ شاہوار کنیم
یوسفِ ما عزیزِ ہر شہر است | جست و جوئیش بہر دیار کنیم
جملہ عالم نوید وصل و دید | خویش را بر ہمہ نثار کنیم

---

[1] ڈاکٹر شیخ محمد اکرام نے ارمغانِ پاک میں پہلا شعر یوں تحریر فرمایا ہے:

خیز تا جا بہ رہگذار کنیم | خویش را چشم انتظار کنیم

اور شیخ صاحب نے ہاشم کی جو غزل نقل فرمائی ہے اس میں پانچواں، چھٹا اور آٹھواں شعر غائب ہے۔

حرف موی کنیم و خوش ہمہ را — چوں جود آشفتہ روزگار کنیم
خلق محمل بکار دل بستند — ما نداریم دل چکار کنیم
چوں جرس سر بپای ناقہ نہیم — نوحہ بر جان بیقرار کنیم
از جگر قطرہ بدیدہ بریم — مژہ را آگہیں بہار کنیم

دُر نابست نقطہ ہاشم
گوش جوئیم و گوشوار کنیم

ردیف "س" کی ایک غزل ملاحظہ فرمایئے اس میں شیخ فخر الدین عراقی کے کلام کی جھلک دکھائی دیتی ہے:

از برہمن و شیخ تو کیشِ پدراں پرس — از عشق پرستان غم شیریں پسراں پرس
گم شد ز شرابِ لبِ ایں مغ بچگاں دل — بنشیں خبرِ گم شدہ از گم شدگاں پرس
تا کی لبِ غنچہ نمی باد صبا چشم — ایں قصۂ سربستہ ز خونیں جگراں پرس
ز افسانہ ایں طبعِ گراں نوشِ گراں کن — دستارِ سبک روحاں از رطلِ گراں پرس
رو خوابِ طرب از فرشِ خار و خسک جو — بیداری آں خواب ز چشمِ نگراں پرس
شد روز و لم شب چو بزلفِ تو نظر کرد — افسانہ ایں شبِ تو ز صاحب نظراں پرس

پیدا شود از ظلمتِ شب روشنی شمع
ہاشم ہنرِ خویش ز عیبِ دگراں پرس

غزلیات کے بعد ۴۵۷ رباعیات ہیں جن میں سے تین ہدیۂ قارئین ہیں:

رباعی

شمع شبِ غم کاشانۂ تست — در کعبہ روم قبلہ من خانہ تست
از بسکہ دلِ سوختہ دیوانہ تست — پروانہ آں شوم کہ پروانہ تست

ولہ

جانا سمتِ قبلہ بجز سوی تو نیست — محرابِ جہانیاں جز ابروی تو نیست
دیدم سواد اعظم ملتہا — سوگند بموی تو کہ جز موی تو نیست

ایضاً

جسم من و چشم تست بیمار ابد دست مژگان من و تیغ تو خونبار ابد دست

برباد تو ابوی و مرا خستہ من صبر آشفتہ تر اموی و مرا کار ابد دست

رباعیات کے بعد ایک طویل غزل ہے جس کا عنوان ہے "غزل مشتمل بر بیان دوازدہ مقام و بیست و چہار شعبہ و شش آوازہ و اوقات ہر یک و انواع تغنی"۔

اس کے بعد تین اشعار ہیں جو آپ نے اپنے دادا کو لکھ کر بھیجے تھے۔ ان کے بعد چار اشعار ہیں حضرت مجدد صاحب کے نام کے "رموز" بیان کیے ہیں۔ ان کے بعد ۱۵ ابیات میں شجرۂ نقش بندیہ منظوم کیا ہے۔ ان کے بعد دو ابیات میں خواجہ امکنگی، تین ابیات میں خواجہ باقی باللہ اور ۲۵ ابیات میں حضرت مجدد الف ثانی کی تاریخہائے وفات نکالی ہیں۔ اس کے بعد ۶۳ اشعار ہیں حضرت مجدد الف ثانی کی عمر کے لحاظ سے ۶۳ تاریخہائے وفات نکالی ہیں اسی طرح سات دیگر اشعار سے مادۂ تاریخ برآمد ہوتا ہے۔ اسی ضمن میں دو رباعیاں بھی لکھی ہیں جن سے حضرت کی تاریخ وفات نکلتی ہے۔ اس کے بعد ۴ اشعار میں مکتوبات امام ربانی کے دفتر اول کی تاریخ تدوین کہی ہے۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ تاریخ کہنے میں آپ کو ید طولیٰ حاصل تھا اور آپ نے مندرجہ بالا بزرگوں کے علاوہ ان بزرگوں کی تاریخیں بھی کہی ہیں:

صاحبزادہ محمد صادق، خواجہ محمد عیسیٰ۔ سید میرک۔ علم اللہ محدث۔ مولانا دانش مندبدخشانی۔ میر مومن بلخی، شیخ طاہر لاہوری، میر عبداللہ احرار، قاضی شکر، مولانا معصوم، والد خود مولانا محمد قاسم، خواجہ عثمانی، شیخ حسن قادری، سید محمود، عصمت اللہ لاہوری اور خانخاناں۔

ان کے مربی خاص میر محمد نعمان نے ایک حوض بنوایا تو آپ نے تاریخ کہی، شاہجہاں کے جلوس کی تاریخ کہی، اسی طرح قصر شاہجہانی، جامع مسجد شاہجہانی، مسجد خانجہان، مسجد فخر الدین احمد اور تجدید مسجد ید برہانپور کی تاریخیں کہی ہیں۔

مرثیہ گوئی میں بھی آپ کو کمال حاصل تھا۔ آپ کے دیوان میں مراثی اس کثرت سے ساتھ ہیں کہ انڈیا آفس لائبریری یونیورسٹی کے مخطوطات فارسی کی فہرست میں آپ کے دیوان کو — مراثی ہاشم علی — کا نام دیا گیا ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی کے بڑے صاحبزادے خواجہ محمد صادق جو آپ کے ورود ہندوستان

سے پیشتر ہی وصال فرما چکے تھے۔ ان کا مرثیہ بھی آپ نے بڑے زوردار الفاظ میں لکھا ہے:

چشم براہ ماندہ وگوشم بہ بانگ در | کس نیست تا خبر دہد از یار نو سفر
گفتم نویسمش غم ہجر از زبان کلک | بسمل شدند جملہ مرغان نامہ بر
از ہر مسام آہ و زہر موی خون رواست | ہجران ادست آتش و ما ہیمہای تر
شبہا فسانۂ غم او با خیال او | گویم کہ جز خیال ندارد باو گذر
چون نور شمع از تہ قندیل جسم او | باشد ز زیر خاک برودیدہ جلوہ گر
شمع مزار او ہمہ نور غفور بود | دلہای زائران درش غرق نور بود

حضرت مجدد الف ثانی کے وصال پر آپ نے ایک رباعی کہی جس کے آخری مصرعہ سے مادۂ تاریخ ۱۰۳۴ھ برآمد ہوتا ہے۔

تا عیسی جانہا بشد از عالم خاک | دلہا شدہ خون پیرہن یوسف چاک
چون رفت بسوی روضہ پاک بہشت | تاریخ وصال او بگو روضہ پاک

ایضاً

بہار د باغ عرفاں ابر رحمت | کزیں گلشن بتعجیل صبا رفت
مگر صبح قیامت سر برآرد | کہ از مشکوٰۃ دیں شمع ہدیٰ رفت
چو شاہ اولیاء عہد خود بود | خرد گفتا کہ شاہ اولیاء رفت

اسی طرح آپ نے جن ترپسٹھ مصرعوں سے حضرت مجدد الف ثانی کی تاریخ وفات نکالی ہے ان میں سے چند ایک قابل توجہ ہیں:

مراج وجود طرف بست۔ خیر الاولیا نماند۔ معرفت مُرد۔ احمد زبدۂ مشائخ بود۔ ابر نیسان رحمت بود۔ شہسوار محبت بود۔ شمس حقیقت بود۔ شاہ طریقت بود۔ جان شریعت۔ ہمہ اتباع سنت جبلت تربیت۔ رفع المراتب۔ خیر المناقب۔ مرآت جمال اللہ اکبر۔ بحار اسرار قرآنی۔ منوّر دین بالف ثانی۔ نور چمن زار عزت۔ سراج اکابر اہل سنت۔

اس کے بعد چار غزلیں ہیں جن کے متعلق آپ رقم طراز ہیں "ایں چہار غزل را کہ در اول بیت ہماں حرف آخر است و در ردیف مشکل باشارہ شاہزادہ ہای عالی مرتبہ مدظلہم نظم نمودہ ام" ان میں سے ایک

غزل کا مطلع یہ ہے:

ثابت از نیست در کار دلت کار عبث　　کیسہ چوں ہست تہی رفتن بازار عبث

یہاں شاہزادہائی عالی مرتبہ سے شجاع اور اورنگ زیب مراد لیے جا سکتے ہیں کیونکہ وہ دونوں ہی برہانپور میں رہ چکے ہیں۔ اس سے یہ بات بھی مترشح ہوتی ہے کہ انھیں شاہزادوں کی بارگاہ میں بار تھا یا انھیں ان کے ساتھ عقیدت تھی۔

اس کے بعد پنج بند اور نو رباعیات اپنے بھائی الحق کے مرثیہ میں لکھی ہیں اور آخر میں ۱۳۹ اشعار اور دو رباعیوں میں اپنے بھائی محمد قاسم خضر کا مرثیہ لکھا ہے۔ یہاں آکر دیوان ختم ہو جاتا ہے۔ میں ان کا ذکر ان کی رباعی پر ہی ختم کرتا ہوں:

بس ہستی من سست نہاد است اے دل　　کا ہست تن و آہ تو باد ست اے دل

آری بر عنکبوت و شاد روانش　　نیمی نفس صرصر عادست اے دل

حیاتِ محمدؐ

از محمد حسین ہیکل　　مترجم: ابو یحییٰ امام خاں

یہ کتاب مصر کے نامور ادیب اور محقق محمد حسین ہیکل کی مشہور و معروف تصنیف کا ترجمہ ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے حالات نہایت مؤثر اور دل نشیں انداز میں لکھے گئے ہیں اور حضور کی حیاتِ طیبہ کے ان پہلوؤں کو خصوصیت سے اجاگر کیا گیا ہے جن کا تعلق زندگی کے بنیادی حقائق اور اس دور کے اہم مسائل سے ہے۔

قیمت　۵۰/۲۲ روپے

ملنے کا پتہ

سکریٹری ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ - کلب روڈ، لاہور